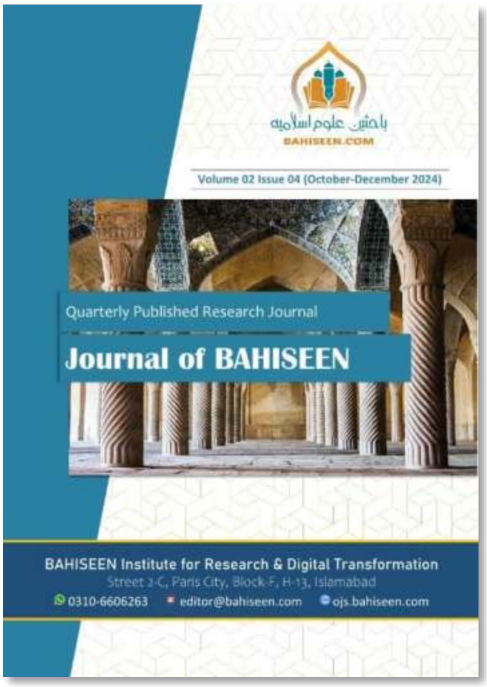


**Title**
Journal of BAHISEEN
**Issue**
Volume 02, Issue 04,
October-December 2024
**ISSN**
ISSN (Online): 2959-4758
ISSN (Print): 2959-474X
**Frequency**
Quarterly
**Copyright ©**
Year: 2024
Type: CC-BY-NC
**Availability**
Open Access
**Website**
ojs.bahiseen.com
**Email**
editor@bahiseen.com
**Contact**
+923106606263
**Publisher**
BAHISEEN Institute for
Research & Digital
Transformation, Islamabad

# قصہ ذوالقرنین کا مفسرین کی آراء کی روشنی میں تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

# A Research and Analytical Study of The Story of Dhul-Qarnayn in The Light of The Opinions of Commentators

**Muhammad Shoaib**
Teaching Assistant (Islamic studies) University Community College, Govt. collage University, Faisalabad
Email: shoaibgcuf202@gmail.com
**Dr. Hafiz. M. Mudassar Shafique**
Assistant professor, Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, (CAKCCIS), Superior University, Lahore
Email: mudassar.shafique@superior.edu.pk
**Saira Tariq**
Visiting lecturer, department of Islamic Studies, University of Agriculture Faisalabad, Faisalabad
Email: Sairatariq1813@gmail.com

## Abstract

It is Allah who revealed the Holy Quran for the guidance of mankind. This is a living, eternal and universal book. The spirit of understanding it has been alive and well in this nation since the beginning. Thanks to this spirit, this nation not only succeeded in dispelling the stain of the sciences and arts that serve the Quran but also succeeded in bringing them to their present perfection. One of the special aspects of these sciences and arts is the interpretation of the Quran due to which every scholar and thinker in every era has searched for the pearls of the Quran through which Quranic thoughts are gradually being revealed. Among the various verses of the Quran, the most important aspect is the story of Dhul-Qarnayn, which has historical significance. Commentators have expressed their different opinions regarding his circumstances and conquests. The opinions of contemporary commentators regarding this event and its historical status are discussed in this article.

**Keywords:** Dhul-Qarnayn, Opinions of commentators, Historical discussion

سورہ کہف میں بیان کردہ واقعات ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں انہی میں سے ایک قصہ ذولقرنین کا بھی ہے کیونکہ لوگوں نے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے متعلق سوال کیا تھا اور سب مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سوال یہودیوں کی جانب سے کیا گیا تھا اگرچہ غالب امکان ہے کہ یہ سوال مکہ کے مشرکین کی زبانی ہوا تھا قرآن نے جو کچھ ذوالقرنین کی نسبت بیان کیا ہے اس پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالی جائے تو حسب ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

ا۔ جس شخص کی نسبت پوچھا گیا وہ یہودیوں میں ذولقرنین کے نام سے مشہور تھا یعنی ذولقرنین کا لقب خود قرآن نے تجویز نہیں کیا پوچھنے والے کا مجوزہ ہے جیسا کہ قرآن میں ہے

وَيَسْأَلُونَكَ عَن ذِي ٱلْقَرْنَيْنِ [i]

وہ ذوالقرنین سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں

۲۔ اللہ نے اسے اپنے فضل و کرم سے حکمرانی عطا فرمائی اور ہر طرح کا ساز و سامان جو ایک حکمران کے لیے ہو سکتا ہے اس کو فراہم کیا گیا۔

۳۔ اس کی بڑی مہمیں ۳ تھیں پہلے غربی ممالک فتح کیے پھر مشرقی پھر ایک ایسے مقام تک فتح کرتا ہوا چلا گیا جہاں پہاڑی درہ تھا اس کی دوسری طرف سے یاجوج ماجوج آکر لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔

۴۔ اس نے وہاں ایک نہایت محکم سد یعنی دیوار تعمیر کر دی اور یاجوج ماجوج کہ راہ بند کر دی۔

۵۔ وہ ایک عادل حکمران تھا جب وہ مغرب کی طرف فتح کرتا ہوا دور تک چلا گیا تو ایک قوم ملی جس نے خیال کیا کہ دنیا کے تمام بادشاہوں کی طرح ذوالقرنین بھی ظلم و تشدد کرے گا لیکن ذوالقرنین نے اعلان کیا کہ بے گناہوں کے لیے کوئی اندیشہ نہیں اور جو لوگ نیک عمل کی راہ چلیں گے ان کے لیے ویسا ہی اجر ہو گا۔ البتہ انہیں ڈرنا چاہیے جو بد عملی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

۶۔ وہ خدا پرست اور راست باز انسان تھا۔

۷۔ وہ نفس پرست بادشاہوں کی طرح طامع اور حریص نہ تھا۔

اوپر بیان کیے گئے اوصاف تاریخ قدیم کی جس شخصیت میں پائے جائیں وہی ذولقرنین ہو سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ شخص کون ہو سکتا ہے؟ سب سے پہلا حل طلب مسئلہ جو مفسرین کے سامنے آیا وہ اس کے لقب کا تھا۔ عربی میں بھی اور عبرانی میں بھی "قرن" کے صاف معنی سینگ کے ہیں بس ذولقرنین کے معنی دو سینگوں والا۔ لیکن تاریخ میں کسی ایسے بادشاہ کا سراغ نہیں ملا جس کا ایسا لقب رہا ہو اس لیے قرن کے معنی میں طرح طرح کے تکلفات کرنا پڑے۔ چونکہ فتوحات کی وسعت مشرق و مغرب کی حکمرانی کے لحاظ سے سکندر مقدونی کی شخصیت سب سے زیادہ مشہور رہی ہے اس لیے متاخرین کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں۔ چنانچہ امام رازی نے سکندر ہی کو ذولقرنین قرار دیا اور اگرچہ حسب عادت وہ تمام اعتراضات نقل کر دیئے ہیں جو اس تفسیر پر وارد ہوتے ہیں لیکن ساتھ ہی حسب عادت ان کے بے محل جوابات پر مطمئن بھی ہو گئے ہیں حالانکہ کسی اور اعتبار سے بھی قرآن کا ذولقرنین سکندر مقدونی نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو وہ خدا پرست تھا نہ عادل تھا نہ مفتوح قوموں کے لیے فیاض تھا اور نہ ہی اس نے کوئی دیوار بنائی۔ بہر حال مفسرین ذوالقرنین کا سراغ نہ لگا سکے۔[ii]

پیر کرم شاہ بھی سکندر مقدونی کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اپنی فتوحات کی وجہ سے عالمگیر شہرت حاصل کر چکا تھا اس لیے کئی مفسرین کا خیال ہے ذوالقرنین سے مراد سکندر ہے لیکن آیات قرآنی اس نظریہ کی تصدیق نہیں کرتیں کیونکہ سکندر یونان کا باشندہ تھا اور اہل یونان سب بت پرست تھے۔ یہی مذہب سکندر کا بھی تھا حالانکہ قرآن میں ذوالقرنین کے متعلق صراحتاً مذکور ہے کہ وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا تھا۔ اس کا اپنی رعایا اور مفتوحہ اقوام کے ساتھ جو سلوک تھا اس میں ایک سچے مومن کا جذبہ شفقت و اخلاص صاف دکھائی دے رہا ہے اس لیے قرآن کے بیان کردہ ذوالقرنین سے سکندر مقدونی مراد نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ دینا کہ سکندر مسلمان تھا اس وقت تک قابل اعتبار نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے اپنے آبائی اور قومی مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے توحید کا عقیدہ قبول کر لیا تھا۔ اس قسم کے احوال کی وجہ سے دشمنان اسلام کو قرآن پر زبان طعن کرنے کا موقع ملتا ہے اس لیے وہ پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ علماء اسلام کا یہ فرض ہے کہ اپنی تحقیقات اور تجسس سے قرآن کے بیان کردہ واقعات کی ایسی وضاحت کریں کہ مخالف اپنا منہ کر کے رہ جائیں۔[iii] حافظ ابن کثیر اس سے متعلق لکھتے ہیں کہ امام ابن جریر نے کہا ہے کہ یہی شخص سکندر رومی ہے یہ درست نہیں۔ سکندر رومی ابن فیلیس المقدونی ہے اس کا ظہور بعد میں ہوا ہے۔ ذوالقرنین کے متعلق ازرقی نے لکھا ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم کے ساتھ کعبہ کا طواف کیا ہے اور حضرت ابراہیم پر ایمان لایا ہے اور اس نے آپ کی اتباع کی تھی۔ اس کے وزیر حضرت خضر تھے اور سکندر بن فیلیس المقدونی الیونانی بعد کا ایک شخص تھا اس کا وزیر مشہور فلسفی ارسطاطالیس تھا اور وہ حضرت عیسی سے تقریباً تین سو سال پہلے گزرا ہے اور ذولقرنین جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں

گزرا ہے۔ وہب بن منبہ نے لکھا ہے کہ یہ بادشاہ تھا اس کو ذولقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے سر کے دونوں جانب سینگ کے مشابہ کوئی چیز تھی۔ بعض نے کہا اس کو ذولقرنین اس لیے کہتے ہیں کہ یہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا، بعض نے کہا کہ ذوالقرنین کہنے کی وجہ اس کا مشرق و مغرب میں فتوحات کرتے ہوءے پہنچنا۔ یعنی جہاں سے سورج کا قرن طلوع ہوتا ہے اور جہاں سورج کا قرن غروب ہوتا ہے [iv]

علامہ ابو عبد اللہ مالکی قرطبی لکھتے ہیں کہ اس کو ذوالقرنین اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنے ملک میں خواب دیکھا تھا کہ اس نے سورج کے دو سینگھوں پر قبضہ کر لیا ہے اس کے خواب کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ وہ تمام دنیا کو ایک سر ے سے دوسرے سرے تک فتح کرے گا اسی وجہ سے اس کا نام ذوالقرنین پر گیا۔ وہب بن منبہ نے کہا اس کے عمامہ کے نیچے دو سینگ تھے۔ ابن الکواء نے حضرت علی سے پوچھا کہ زوالقرنین نبی تھا یا بادشاہ؟ حضرت علی نے فرمایا وہ نہ نبی تھا نہ بادشاہ، بلکہ وہ اللہ کا ایک نیک بندہ تھا اس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے کنپٹی کے ساتھ سے اس کا سر پھاڑ دیا۔ اس نے دوبارہ دعوت دی تو قوم نے دوسری طرف سے پھاڑ دیا تو اس کا نام ذوالقرنین پڑ گیا۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ ذوالقرنین کس زمانے میں تھا۔ ایک قوم نے کہا حضرت موسی کے دور میں، دوسری قوم نے کہا حضرت عیسی کے بعد زمانہ قرت مین تھا ایک اور قول کے مطابق حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے وقت مین تھا اور حضرت خضر کے علمبر دار تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اقتدار عطا کیا اور بادشاہ بنایا اور تمام بادشاہوں کو ان کے تابع کر دیا تھا۔ روایت ہے کہ ایسے چار اشخاص گزرے ہیں جو تمام دنیا کے بادشاہ بنے۔ ان مین سے دو مومن اور دو کافر تھے جو دو مومن تھے وہ سلیمان بن داود اور سکندر ذوالقرنین تھے اور جو کافر تھے وہ نمرود اور بخت نصر تھے اور پانچویں اس امت سے ہون گے جو امام مہدی ہون گے۔ سکندر کو جو ذوالقرنین کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ماں اور باپ دونوں بہت نیک تھے اور یہ کریم الطرفین تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی زندگی میں دو قرن یعنی دو صدیاں گزر گئیں اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جب قتال کرتے تھے تو دونوں ہاتھوں اور دونوں کابوں سے قتال کرتے تھے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو علم ظاہر اور علم باطن دو علم دیئے گئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظلمت اور نور دونوں میں داخل ہوئے تھے۔ یہ دنیا کے دونوں طرفوں تک پہنچ گئے۔ [v]

## حضرت دانیال کا خواب:

اگر ذوالقرنین کے مفہوم کا کوئی سراغ ملتا تھا تو وہ صرف ایک دور کا اشارہ تھا حضرت دانیال کی کتاب میں ملتا ہے یعنی ایک خواب جو بابل کی اسیری کے زمانے مین دیکھا تھا چنانچہ کتاب دانیال مین ہے "میں کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے کنارے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے پیچھے تھا۔ مین نے دیکھا کہ پچھم اور دکفن کی طرف وہ سینگ مارتا ہے یہاں تک کہ کوئی جانور اس کے سامنے کھڑا نہ رہ سکا اور وہ بہت بڑا ہو گیا۔ میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ دیکھو پچھم کی طرف سے ایک بکرا آیا اور تمام روئے زمین پر پھر گیا اس بکرے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک عجیب طرح کا سینگ تھا وہ دو سینگ والے مینڈھے کے پاس آیا اور اس پر غضب سے بھڑکا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے۔ مینڈھے میں یہ قوت نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کرے۔ پھر جبرائیل نمایاں ہوئے اس نے خواب کی یہ تعبیر کی کہ دو سینگوں والا مینڈھا، مادہ اور فارس کی بادشاہت اور بال والا بکرا یونان کی۔ جو بڑا سینگ اس کی آنکھوں کے درمیان دکھاءی دیا وہ اس کا پہلا بادشاہ ہو گا۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ مادہ یعنی میڈیا اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی چونکہ دونوں مملکتیں مل کر ایک شہنشاہی بننے والی تھیں اس لیے شہنشاہ مادہ فارس کو دو سینگوں والے مینڈھے کی شکل میں ظاہر کیا گیا پھر اس مینڈھے کو جس نے شکست دی وہ یونان کے بکرے کا پہلا سینگ تھا یعنی سکندر مقدونی تھا جس نے فارس پر حملہ کیا اور کیانی شہنشاہی کا خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ اس خواب میں میڈیا اور فارس کی مملکتون کو دو سینگوں سے تشبیہ دی گئی تھی اس لیے خیال ہوتا تھا کہ فارس کے شہنشاہ کے لیے یہودیوں میں ذوالقرنین کا

تخیل پیدا ہو گیا ہو یعنی دو سینگوں والی شہنشاہی اور وہ اسے اس لقب سے پکار رہے ہوں۔ تاہم یہ محض ایک قیاس تھا اس کی تائید میں کوئی تاریخی شہادت موجود نہ تھی۔[vi]

لیکن ۱۹۳۸ کے انکشاف نے اس قیاس کو حقیقت ثابت کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ فی الحقیقت شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین اور یہ محض یہودیوں کا تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا اور باشندگان فارس کا مجوزہ اور پسندیدہ نام تھا۔ سائرس کے دونوں طرف عقاب کے پر بھی ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح کے دو سینگ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ میڈیا اور فارس کا شہنشاہ ہونے کے باعث سائرس ذوالقرنین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔[vii] مولانا مودودی تفسیر کے حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ جو تین سوالات نبی محترم سے پوچھے گئے تھے ان میں دوسرا سوال روح سے متعلق روایات میں آیا ہے جس کا جواب بنی اسرائیل سورہ میں دیا گیا ہے مگر سورہ کہف اور بنی اسرائیل کے نزول میں کئی سال کا فرق ہے اور سورہ کہف میں دو کی بجائے تین قصے موجود ہیں اس لیے ہم سمجھتے ہین کہ دوسرا سوال قصہ خضر کے متعلق تھا نہ کہ روح کے متعلق۔ خود قرآن مین بھی ایک ایسا اشارہ موجود ہے جس سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے[viii] مودودی صاحب جب قصہ ذوالقرنین کی تفسیر کرنے لگتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِي ٱلْقَرْنَيْنِ[ix] کا عطف لا محالہ پچھلے قصے پر ہے اس لیے خود بخود یہ اشارہ ملتا ہے کہ قصہ موسی اور خضر بھی لوگوں کے سوال کے جواب میں ہی سنایا گیا تھا یہ بات ہمارے اس قیاس کی تائید کرتی ہے کہ اس سورت کے تینوں یہ اہم قصے دراصل کفار مکہ نے اہل کتاب سے امتحانا دریافت کیے تھے[x] مودودی صاحب کے علاوہ تقریبا تمام کتب تفاسیر میں بیان کیے جانے والے سوالوں میں تیسرا سوال حضرت موسی و خضر کے قصے کی بجائے روح کے متعلق سوال کی روایت ملتی ہے۔

## سائرس کا ذوالقرنین ہونے کی تحقیق:

یہ مسئلہ قدیم زمانے سے اب تک مختلف رہا ہے کہ ذوالقرنین جس کا بیان ذکر ہو رہا ہے کون تھا۔ قدیم زمانے میں بالعموم مفسرین کا میلان سکندر کی طرف تھا لیکن قرآن میں بیان کردہ صفات مشکل سے ہی سکندر پر چسپاں ہوتی ہیں۔ جدید زمانے میں تاریخی معلومات کی بناء پر مفسرین کا میلان زیادہ تر ایران کے فرمانرواہ رواخورس یعنی خسرو، سائرس کی طرف ہے اور یہ نسبتا قرین قیاس ہے مگر بہر حال ابھی تک یقین کے ساتھ کسی شخصیت کو اس کا مصداق ٹھہرایا نہیں جا سکتا۔

۱۔ مودودی صاحب نے قرآن کی بیان کردہ صفات لکھنے کے بعد اس کو سائرس پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ دو سینگوں والی علامت خورس پر چسپاں کی جا سکتی ہے کیونکہ بائبل کے صحیفہ دانی ویل میں دانیال نبی کا خواب جو بیان کیا گیا ہے اس میں وہ یونانیوں کے عروج سے قبل میڈیا اور فارس کی متحدہ سلطنت کو مینڈھے کی شکل میں دیکھتے ہیں جس کے دو سینگ تھے۔ یہودیوں میں اس دو سینگوں والے کا بڑا چرچا تھا کیونکہ اس کی ٹکر نے بابل کی سلطنت کو پاش پاش کیا تھا اور بنی اسرائیل کو اسیری سے نجات دلائی تھی۔

۲۔ دوسری علامت فتوحات کی بڑی حد تک چسپاں ہوتی ہے مگر پوری طرح نہیں۔ اس کی فتوحات بلاشبہ مغرب میں اشیائے کوچک اور شام کے ساحل تک اور مشرق میں بلخ تک وسیع ہوئی مگر شمال یا جنوب میں اس کی کسی بڑی مہم کا سراغ ابھی تک تاریخ سے نہیں ملا حالانکہ قرآن صراحت سے اس تیسری مہم کا ذکر بھی کرتا ہے۔ تاہم اس مہم کا پیش آنا بعید از قیاس نہیں کیونکہ تاریخ کی رو سے خورس کی سلطنت شمال میں قفقاز تک وسیع تھی۔

۳۔ تیسری علامت یہ قریب محقق ہے کہ یاجوج ماجوج سے مراد روس کے وہ قبائل جو تاتاری، منگولی، ھن اور سیتھین وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں۔ قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر حملہ کرتے رہے ہیں۔

۴۔ آخری علامت قدیم زمانے کے معروف فاتحوں میں اگر کسی پر چسپاں کی جاسکتی ہے تو وہ خورس ہی ہے کیونکہ اس کے دشمنوں تک نے اس کے عدل کی تعریف کی۔ بائبل کی کتاب اس بات پر شاہد ہے کہ وہ ایک خدا پرست اور خدا ترس بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل کو اس کی خدا پرستی ہی کی بناء پر بابل کی اسیری سے رہا کیا اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا حکم دیا۔[xi] سائرس کے ہیکل سلیمانی کو تعمیر اور بنی اسرائیل کی آزادی کی روایات پیر صاحب نے بھی تحریر کی ہیں۔[xii]

اس بناء پر ہم یہ تو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے جتنے مشہور فاتحین عالم گزرے ہیں ان میں سے خورس ہی کے اندر ذوالقرنین کی علامات زیادہ پائی جاتی ہیں لیکن تعین کے ساتھ اس کو ذوالقرنین قرار دینے کے لیے ابھی مزید شہادتوں کی ضرورت ہے۔ تاہم دوسرا کوئی فاتح قرآن کی بتائی ہوئی علامات کا اتنا بھی مصداق نہیں، جتنا خورس ہے[xiii]

## سائرس کا ظہور:

۵۵۹ء قبل مسیح میں ایک غیر معمولی شخصیت غیر معمولی حالات کے اندر ابھری اور اچانک دنیا کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں۔ یہ پارس کے ایک خاندان کا ایک نوجوان گورش تھا جسے یونانیوں نے سائرس، عبرانیوں نے خورس اور عربوں نے خسرو کے نام سے پکارا۔ اسے پہلے فارس کے تمام امیروں نے اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا پھر بغیر کسی خون ریزی کے میڈیا کی مملکت پر فرماں رواں ہو گیا اور اس طرح دونوں مملکتوں نے مل کر ایران کی ایک عظیم الشان شہنشاہی کی سورت اختیار کر لی، اس طرح اس کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ وہ فتوحات نہیں جو ظلم و قہر کی دادرسی یا پامال ملکوں کی دستگیری ہو۔ چنانچہ ابھی ۱۲ برس کی مدت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ بحر اسود سے لے کر باختر تک ایشیا کی تمام عظیم الشان مملکتیں اس کے آگے سربسجود ہو چکی تھیں۔

## ابتدائی زندگی:

دنیا کی تمام غیر معمولی شخصیتوں کی طرح سائرس کے ابتدائی حالات نے بھی ایک اسرار افسانہ کی نوعیت اختیار کر لی اور ہمیں اس کی جھلک شاہانہ کے افسانوں میں صاف نظر آتی ہے۔ اس کا اٹھان زندگی عام اور معمولی حالات میں نہیں بلکہ ایسے عجیب حالات میں جو ہمیشہ پیش نہیں آتے اور جب کبھی پیش آتے ہیں تو یہ قدرت کی ایک غیر معمولی کرشمہ سازی ہوتی ہے۔ قبل اس کے کہ وہ پیدا ہو اس کے نانا اسٹیاگس (Astyages) نے اس کی موت کا سامان کر دیا تھا لیکن وہ حیرت انگیز طریقہ پر بچا لیا جاتا ہے اور اس کی ابتدائی زندگی جنگلوں اور پہاڑوں میں بسر ہوتی ہے۔ یوں ایک وقت آتا ہے کہ اس کی غیر معمولی قابلیتیں اور اعلیٰ اخلاق و فضائل اسے ملک میں نمایاں کرتے ہیں اور اس کی خاندانی شخصیت پہچان لی جاتی ہے۔ اب اسے پورا موقع حاصل تھا کہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے لیکن اسے ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں گزرتا۔ حتیٰ کہ خود اسٹیاگس کی زندگی بھی اس کے ہاتھ سے محفوظ رہتی ہے۔[xiv]

## ذوالقرنین کا پہلا سفر بجانب مغرب:

ہیروڈوٹس نے اس جنگ کی سرگزشت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے اس کی بعض تفصیلات نہایت دلچسپ اور اہم ہیں لیکن یہ موقع اطناب نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے سائرس کی فتح مندی ایسی عجیب اور معجزانہ تھی کہ پیڑیا کے معرکہ کے بعد صرف چودہ دن کے اندر میڈیا کا دارالحکومت مسخر ہو گیا۔ سائرس کے مؤرخین بتاتے ہیں کہ جب اس نے میڈیا کو فتح کر کے اپنی سابقہ مملکت فارس کے ساتھ ملا لیا تو اس کے فوراً بعد ایشائے کوچک کی ایک ریاست جو میڈیا کے نام سے مشہور تھی اس کے بادشاہ کروسیس نے اس پر حملہ کر دیا اور صلح کے تمام معاملات کو بالائے طاق رکھ دیا جو کروسیس اور سائرس کے باپ کے درمیان ہوئے تھے۔ سائرس مقابلہ پر مجبور ہو گیا اور اپنے حریف کو شرمناک شکست

دی۔[xv] وہ برابر بڑھتا گیا یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا۔ قدرتی طور پر اس کے قدم یہاں پہنچ کر اس طرح رک گئے جس طرح بارہ سو سال بعد طارق کے قدم افریقہ کے شمالی ساحل پر رک جانے والے تھے۔ اس کے فتح مند قدموں کو صحراؤں کی وسعتیں اور پہاڑیوں کی بلندیاں نہ روک سکیں۔ اس نے فارس سے لے کر میڈیا تک چودہ سو میل کا سفر طے کیا لیکن سمندر کی موجوں پر چلنے کے لیے اس کے پاس سواری نہ تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیا اور سورج اس کے پیروں میں ڈوب رہا تھا۔ یہ لشکر کشی جو اسے پیش آئی سر تا سر مغرب کی لشکر کشی تھی کیونکہ وہ ایران سے مغرب کی طرف چلا اور خشکی کے مغربی کنارے تک پہنچ گیا یہ اس وقت مغرب الشمس کی آخری حد تھی۔ ایشیا کا مغربی ساحل نقشہ میں نکالو تو دیکھو گے کہ تمام ساحل اس طرح کا واقع ہوا ہے کہ چھوٹے چھوٹے خلیج پیدا ہو گئے ہیں اور سمرنا کے قریب اس طرح کے جزیرے نکل آئے ہیں جنھوں نے ساحل کو ایک جھیل یا حوض کی سی شکل دے دی ہے۔ میڈیا کا دارالحکومت سارڈیس مغربی ساحل کے قریب تھا اور اس کا محل موجودہ سمرنا سے زیادہ فاصلہ پر نہ تھا۔ پس جب سائرس سارڈیس کی تسخیر کے بعد آگے بڑھا ہو گا تو یقینا اسی ساحلی مقام پر پہنچا ہو گا جو سمرنا کے قرب وجوار میں واقع ہے۔ یہاں اس نے دیکھا ہو گا کہ سمندر نے جھیل کی سی شکل اختیار کر لی ہے۔ ساحل کے کیچڑ سے پانی گدلا ہو رہا ہے اور شام کے وقت اسی مین سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے اسی صورتحال کو قرآن نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْماً[xvi]

تو اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس چشمے کے پاس ہی ایک قوم کو پایا اسے ایسے دکھائی دیا کہ سورج ایک گدلے حوض میں ڈوب رہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سورج تو کسی مقام میں ڈوبتا نہیں لیکن ہم سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں تو ایسا ہی دکھائی دیتا ہے کہ سنہری تھالی آئستہ آئستہ سمندر میں ڈوب رہی ہے۔[xvii]

## ذوالقرنین کا دوسرا سفر بجانب مشرق:

مولانا لکھتے ہیں کہ دوسری لشکر کشی مشرق کی طرف تھی۔ چنانچہ ہیروڈوٹس اور ورٹی سیاز دونوں اس کی مشرقی لشکر کشی کا ذکر کرتے ہیں جو میڈیا کی فتح کے بعد اور بابل کی فتح سے پہلے پیش آئی تھی اور دونوں نے تصریح کی ہے کہ مشرق کے بعض وحشی اور صحرا نشین قبائل کی سرکشی اس کا باعث ہوئی تھی۔ یہ ٹھیک قرآن کے اس اشارے کی تصدیق ہے کہ۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ ٱلشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَل لَّهُمْ مِّن دُونِهَا سِتْراً[xviii]

جب وہ مشرق کی طرف پہنچا تو اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لیے کوئی آڑ نہین رکھتی تھی یعنی خانہ بدوش قبائل تھے ان مئورخین کی صراحت کے مطابق بکٹریا یعنی بلخ لے علاقے کے قبائل تھے۔ نقشہ ہر نظر ڈالو گے تو صاف نظر آ جائے گا کہ بکٹریا ٹھیک ٹھیک ایران کے لیے مشرق اقصی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کے آگے پہاڑ ہیں اور انہوں نے راہ روک دی ہے۔ اس کا بھی اشارہ ملتا ہے گیڈروسیا سے مقصود وہی علاقہ ہے جو آجکل مکران کہلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کی طرف ہمیں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ اس لیے قیاس کہتا ہے کہ مکران سے نیچے اس کے قدم نہیں اتریں گے اور اگر اترے ہوں گے تو دریائے سندھ سے آگے نہیں بڑھے ہوں گے کیونکہ دارا کے زمانے مین بھی اس کی جنوب مشرقی سرحد دریائے سندھ تک معلوم ہوتی ہے[xix] شیخ احمد نے جس جگہ کا مصداق مکران بتایا ہے لیکن یہ وہ جگہ نہیں ہے جہاں روئے زمین پر سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے۔ وہ جگہ جزائر ضبحی میں ہے[xx] جیسا کہ قرآن میں ہے لَّمْ نَجْعَل لَّهُمْ مِّن دُونِهَا سِتْراً[xxi]

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ باغی قبیلہ صحرا نورد تھا۔ قلعوں اور محلات کا ذکر ہی کیا وہاں کوئی باقاعدہ بستی ہی نہ تھی جہاں مکانات تعمیر کیے جاتے اور ان میں رہائش کی جاتی۔ کبھی درختوں کے کسی جھنڈ کی آڑ مین وقت بسر کر لیا، کبھی کوئی معمولی سا خیمہ تان لیا۔ دھوپ وغیرہ سے بچنے کے لیے ان کے پاس کوئی معقول انتظام نہ تھا۔[xxii]

## ذوالقرنین کا شمال کی جانب تیسرا سفر:

تیسری لشکر کشی اس نے اس علاقہ تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے۔ یقیناً اس کی شمالی مہم تھی جس مین وہ بحر خزرر کو داہنی چھوڑتے ہوئے کاکیشیا کے سلسلے کوہ تک پہنچ گیا تھا وہاں اس کو ایک درہ ملا تھا جو کہ دو پہاڑی دیوارون کے درمیان تھا۔ اس راہ سے یاجوج ماجوج آکر اس طرف کے علاقہ مین تاخت و تارج کیا کرتے تھے اور یہیں اس نے سد تعمیر کی۔ قرآن نے اس مہم کا حال ان لفظوں میں بیان کیا ہے

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْماً لاَّ يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلاً [xxiii]

یہاں تک کہ وہ دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچ گیا ان کے اس طرف انہیں ایک قوم ملی جو کوئی بات سمجھ نہیں سکتی تھی۔

پس صاف معلوم ہوتا ہے کہ "سدین" سے مقصود کاکیشیا کا پہاڑی درہ ہے کیوں کہ اس کے داہنی طرف بحر خزر ہے جس نے شمال اور مشرق کی راہ روک رکھی ہے۔ بائیں جانب بحر اسود ہے جو شمال مغرب کے لیے قدرتی روک ہے۔ درمیانی علاقے مین اس کا سر بہ فلک سلسلہ کوہ ایک قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے پس شمالی قبائل کے حملوں کے لیے کوئی راہ باقی رہی تھی تو وہ سرف اس سلسلہ کوہ کا ایک عریض درہ یا وسطی وادی تھی۔ یقیناً وہی سے یاجوج ماجوج کو دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملتا تھا۔ اس راہ کے بند ہو جانے کے بعد نہ صرف بحر خزر سے لے کر بحر اسود تک کا علاقہ محفوظ ہو گیا بلکہ سمندروں اور پہاڑوں کی ایک ایسی دیوار قائم ہو گئی جس نے تمام مشرقی ایشیا کو اپنی پاسبانی میں لے لیا اور شمال کی جانب سے کوئی خطرہ باقی نہ رہا۔ اب ایران، شام، عراق، عرب، ایشیائے کوچک بلکہ مصر بھی شمال کی طرف سے بالکل محفوظ ہو گیا تھا۔ نقشہ میں یہ مقام دیکھو تو تمام مغربی ایشیا نیچے ہے اور شمال میں بحر خزر ہے اس سے بائیں جانب شمال مغرب میں بحر اسود ہے درمیان میں بحر خزر کے مغربی ساحل سے بحر اسود کے مشرقی ساحل تک کاکیشیا کا سلسلہ کوہ چلا گیا ہے۔ ان دو سمندروں اور درمیان کے سلسلہ کوہ نے مل کر سینکڑوں میلوں تک ایک قدرتی روک پیدا کر دی ہے۔ اب اس روک میں اگر کوئی شگاف رہ گیا تھا جہاں سے شمالی اقدام کے قدم اس روک کو پھلانگ سکتے تھے تو وہ صرف یہی دو پہاڑوں کے درمیان کی راہ تھی۔ ذوالقرنین نے اس کو بھی بند کر دیا اور اس طرح شمال اور جنوبی ایشیا کا یہ درمیانی پھاٹک پوری طرح مقفل ہو گیا۔ باقی رہا یہ سوال کہ وہاں جو قوم ذوالقرنین کو ملی تھی جو کہ نالکل نہ سمجھ تھی وہ کون سی قوم تھی؟ تو اس سلسلے میں دو قومیں نمایاں ہوتی ہیں اور دونوں کا اس زمانے میں وہاں قرین آباد ہونا تاریخ کی روشنی میں آ چکا ہے۔ یہی وہ قوم ہے جو بحر خزر کے مشرقی ساحل پر آباد تھی اسے یونانی تاریخ دانوں نے "کاسپین کے نام سے پکارا ہے اور اس کے نام سے بحر خزر کا نام کاسپین پڑ گیا ہے۔

دوسری قوم وہ ہے جو اس مقام سے بڑھ کر عین کاکیشیا کے دامن میں آباد تھی۔ یونانیوں نے اسے کولچی یا کول شی کے نام سے پکارا ہے اور ادارا کے کتبہ استطخر میں اس کا نام "کوشیہ" آیا ہے انہی دو قوموں میں سے کسی نے یا دونوں قوموں نے ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کی شکایت کی ہو گی اور چونکہ یہ غیر متمدن قومیں تھیں اسی لیے ان کی نسبت فرمایا

لاَّ يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلاً [xxiv]

جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

## کیا ذوالقرنین نبی تھا؟

ایک اہم سوال اور باقی رہ گیا ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں؟ جیسا کہ قرآن میں ہے

قُلْنَا يٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ [xxv]

ہم نے کہا اے ذوالقرنین!

اس خطاب کا مطلب کیا ہے ؟ کیا ذوالقرنین براہ راست وحی الہی سے مخاطب تھا؟ مفسرین نے اس پر طبع آزمائی کی ہیں چونکہ امام رازی سکندر مقدونی کو ذوالقرنین بنانا چاہتے ہیں اور وہ بنتا نہیں اس لیے مجبور ہوئے ہیں کہ یہاں قلنا کے منطوق پر اس کے مفہوم کو ترجیح دیں۔ اس میں شک نہیں کہ قلنا کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالواسطہ خطاب ہو یعنی اس عہد کے کسی پیغمبر کے ذریعے ذوالقرنین کو مخاطب کیا گیا ہو جیسا کہ قرآن میں ہے

فَقُلْنَا ٱضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا [xxvi]

ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو

جیسا مندرجہ بالا آیت میں ہے یا مخاطب قولی نہ ہو تکونی ہو جیسا کہ قرآن میں ایک دوسری جگہ بھی اس کا اشارہ ملتا ہے

وَقِيلَ يَٰٓأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقْلِعِى [xxvii]

اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا

یا جیسا کہ ہے

قُلْنَا يٰنَارُ كُونِى بَرْداً وَسَلاَمَا عَلَىٰٓ إِبْرَاهِيمَ [xxviii]

ہم نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

لیکن اس طرح کا مطلب تب ہی قرار دیا جانا چاہیے کہ اس کے لیے قوی وجوہ موجود ہوں اور یہاں کوئی وجہ موجود نہیں۔ آیت کا صاف مطلب یہی ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ نے براہ راست مخاطب کیا ہے اور اس پر اللہ کی وحی نازل ہوئی تھی۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ نبوت کی وحی تھی یا ااس طرح کی وحی تھی جیسی حضرت موسی کی والدہ کی نسبت بیان کی گئی ہے

وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ أَنْ أَرْضِعِيهِ [xxix]

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو اِلہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا

جو صحابہ وسلف سے تفسیر منقول ہے وہ یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی تھا اور متاخرین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن کثیر بھی اس تفسیر کی تائید کرتے ہیں۔ اگر غور کریں کہ قرآن کا یہ بیان سائرس کی شخصیت پر کس طرح ٹھیک ہو رہا ہے؟ تاریخ اس کی پیغمبرانہ شخصیت کی شہادت دے رہی ہے اور عہد عتیق کے انبیاء اسے صریح خدا کا برگزیدہ، اس کا مسیح اور اس کی مرضی کو پورا کرنے والے کہہ رہے ہیں۔[xxx] پیر کرم شاہ اس بارے لکھتے ہیں کہ اگر وہ نبی تھا جیسا کہ بعض کا خیال ہے تو یہ ارشاد بذریعہ وحی ہو گا ورنہ کسی دوسرے نبی کے واسطہ سے اللہ کی طرف سے اسے اجازت مرحمت کی جارہی ہے کہ اس مفتوحہ قوم سے جو مناسب برتاو چاہے کرے۔ اس نے اپنی نیک نفسی کی وجہ سے ان کے پہلے تمام قصوروں کو معاف کر دیا اور آئندہ کے لیے انہیں متنبہ کر دیا۔ اس کردار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سکندر رومی نہ تھا کیوں کہ سکندر رومی سے متعلق انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ اس نے اپنے باپ فلپ کے مرنے کے بعد اپنے معصوم، ننھے اور سوتیلے بھائی کو جو قلوپطرا کے بطن سے تھا، قتل کرادیا اور اسی طرح اپنے چچازاد بھائی منٹاس کو بھی اسی نے مرواڈالا تھا نیز اس کے متعلق یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ اس کے باپ کے قتل میں بھی اس کا ہاتھ تھا۔ ایسے شخص سے اتنے بلند کردار کی توقع نہی کی جاسکتی۔[xxxi] مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ نے یہ بات براہ راست وحی یا الہام کے ذریعے ہی سے ذوالقرنین کو خطاب کر کے فرمائی ہو، حتیٰ کہ اس سے ذوالقرنین کا نبی ہونا یا محدث ہونا لازم آئے بلکہ یہ ارشاد زبان حال کے واسطے سے بھی ہو سکتا ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔ ذوالقرنین اس وقت فتح یاب ہو کر اس علاقے پر قابض تھا۔ مفتوح قوم اس کے بس میں تھی۔ اللہ نے اس صورت حال میں اس کے ضمیر کے سامنے سوال رکھ دیا کہ یہ تیرے امتحان کا وقت ہے ۔ یہ قوم تیرے آگے بے بس ہے تو ظلم کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور شرافت کا سلوک کرنا ہے تو یہ بھی تیرے اختیار میں ہے [xxxii]

## سد ذوالقرنین کی تحقیق:

دیوار دربند۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سائرس نے جو دیوار تعمیر کی تھی اس کا ٹھیک محل کیا تھا؟ اور موجودہ زمانہ کے نقشہ میں اسے کہاں ڈھونڈنا چاہیے۔ بحر خزر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم شہر دربند آباد ہے یہ ٹھیک اس مقام پر ہے جہاں کاکیشیا کا سلسلہ کوہ ختم ہوتا ہے اور بحر خزر سے مل جاتا ہے۔ اس مقام پر قدیم زمانے سے ایک عریض و طویل دیوار موجود ہے جو سمندر سے شروع ہو کر تقریباً 30 میل تک مغرب میں چلی گئی ہے اور اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں کاکیشیا کا مشرقی حصہ بہت زیادہ بلند ہو گیا ہے۔ اس طرح اس دیوار نے ایک طرف بحر خزر کا ساحلی مقام بند کر دیا تھا دوسری طرف پہاڑ کا تمام حصہ بھی روک دیا تھا جو ڈھلوان ہونے کی وجہ سے قابل عبور ہو سکتا تھا۔ ساحل کی طرف سے یہ دیوار دوہری ہے یعنی اگر آذربائیجان کے ساحل سے ہوتے ہوئے آگے بڑھیں تو پہلے ایک دیوار ملتی ہے جو سمندر سے برابر مغرب کی طرف چلی گئی ہے۔ اس میں پہلے ایک دروازہ تھا دروازے سے جب گزرتے تو شہر دربند ملتا تھا۔ اب یہ صورت باقی نہیں رہی۔ دربند سے آگے پھر اسی طرح کی ایک دیوار ملتی ہے لیکن یہ دوہری دیوار صرف 2 میل تک گئی ہے اس کے بعد اکہری دیوار کا سلسلہ ہے۔ دونوں دیواریں جہاں جا کر ملتی ہیں وہاں ایک قلعہ ہے۔ قلعہ تک پہنچ کر دونوں کا درمیانی فاصلہ سو گز سے زیادہ نہیں رہتا لیکن ساحل کے پاس 500 گز ہے اور اس 500 گز کے عرض میں دربند آیا ہے۔ اس دوہری دیوار کو پرانی قدیم سے "دوبارہ" کہتے ہیں یعنی دہرا سلسلہ۔

مغرب کی طرف کاکیشیا کے اندرونی حصون میں ایک مقام ہے جو درہ داریال کے نام سے مشہور ہے یہ کاکیشیا کے نہایت بلند حصوں میں سے ہو کر گزرا ہے اور دور تک بلند چوٹیوں تک گھرا ہوا ہے یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار موجود ہے اور انہی روایتوں میں اسے "آہنی دروازہ" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اب ایک سوال ہے کہ ذولقرنین نے جو سد تعمیر کی تھی وہ درہ داریال کی سد تھی یا دربند کی دیوار یا دونوں۔ قرآن میں ہے کہ ذولقرنین دو پہاڑی دیواروں کے درمیان پہنچا، اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا اس نے درمیان کا حصہ پاٹ کر برابر کر دیا اس نے پگھلا ہوا تانبا استعمال کیا۔ تعمیر کی یہ تمام خصوصیات کسی طرح بھی دربند کی دیوار پر صادق نہیں آتیں۔ یہ پتھر کی بڑی بڑی سلوں کی دیوار ہے اور دو پہاڑی دیواروں کے درمیان نہیں ہے پس یہ قطعی ہے کہ ذوالقرنین والی دیوار کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا البتہ درہ داریال کا مقام ٹھیک قرآن کی تصریحات کے مطابق ہے یہ دو پہاڑی چوٹیوں کے درمیان ہے۔ [xxxiii]

ابو الاعلی مودودی ذولقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد دیوار چین ہے حالانکہ یہ دیوار قفقاز کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی۔ قفقاز اس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرہ اسود اور بحیرہ خزر کے درمیان واقع ہیں اس ملک میں بلند پہاڑ ہیں اور درے تنگ ہیں کہ ان سے کوئی بڑی فوج حمل آور نہیں گزر سکتی۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اس طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرمانرواون کو اس طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا ان حملوں کو روکنے کے لیے ایک مظبوط دیوار بنائی گئی مسلمان تاریخ دان اور جغرافیہ نویس اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں موجود ہیں۔[xxxiv] پیر کرم شاہ سائرس کی دیوار اور محل وقوع کے متعلق لکھتے ہیں بحر خزر پر جو کاکیشیا کا سلسلہ ملتا ہے وہاں ایک دیوار ہے جس کا طول 50 میل اور اونچائی 29 فٹ اور موٹائی 10 فٹ ہے اس مقام سے مغرب کی طرف درہ دانیال ہے جو بلند پہاڑون سے گھرا ہوا ہے یہاں بھی قدیم زمانے سے ایک دیوار ہے اور اسے آہنی دیوار کے نام سے پکارا جاتا ہے [xxxv] حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس دیوار پر چڑھنے کی طاقت نہ یاجوج ماجوج کو ہے اور نہ ہی وہ اس میں سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں۔ یاجوج ماجوج روزانہ اسے چاٹتے ہیں اور بالکل چھلکے جیسا کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ کل توڑ دیں گے۔ دوسرے دن آتے ہیں جیسی اصل میں تھی ویسے ہی پاتے ہیں آخری دن وہ بھی بہ الہام خدا جاتے وقت ان شاء اللہ کہیں گے اور دوسرے دن آئیں گے تو جیسے دیوار چھوڑ گئے تھے

ویسے ہی پائیں گے اور وہ توڑ ڈالیں گے[xxxvi] ذوالقرنین نے ان (علاقے میں رہنے والے لوگ) کی خواہش کے مطابق ایسی مضبوط اور بلند دیوار تعمیر کی جس کو عبور کرنا یاجوج ماجوج کے لیے مشکل ہو گیا انہوں نے اس کو عبور کرنے یا گرانے کے جتنے جتن کیے اس میں کامیاب نہ ہو سکے آکر میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی کہ یہ دیوار تمہیں ان وحشیوں کی دست برد سے بچا سکتی ہے جب تک اللہ کی مرضی ہو گی۔ جب اس کی میعاد ختم ہو گئی اور ان کے خروج کا وقت آ گیا تو یہ مضبوط دیوار ریزہ ریزہ ہو جائے گی[xxxvii]

## نتائج بحث:

1۔ ذوالقرنین بادشاہ سے متعلق مفسرین کی مختلف آراء موجود ہیں قدیم مفسرین کا میلان سکندر کی طرف ہے لیکن قرآن میں بیان کردہ صفات اس میں نہیں پائی جاتیں اور جدید مفسرین کا رجحان سائرس کی طرف ہے جو قیاس کے زیادہ قریب ہے لیکن غالب امکان ہے کہ شہنشاہ سائرس کا لقب ہی ذوالقرنین تھا اور یہ محض یہودیوں کا تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا اور باشندگان فارس کا مجوزہ اور پسندیدہ نام تھا۔

2۔ مختلف علاقون کے لوگوں مین سائرس کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے یونانیوں نے سائرس، عبرانیوں نے خورس اور عربوں نے خسرو کے نام سے پکارا۔

3۔ ذوالقرنین نے 3 بنیادی سفر کیے جن میں سے ایک مغرب کی جانب جب کہ دوسرا مشرق کی طرف اور تیسرا شمال کی طرف کیا۔

4۔ جہان تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں تو اس سے متعلق تمام مفسرین تقریبا اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ ذولا قرنین نبی تھے کیونکہ قرآنی کلام کا اظہار اس بات کا واضح اشارہ دے رہا ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے۔

5۔ جہان تک اس دیوار کا تعلق ہے جسے ذوالقرنین نے قوم کو یاجوج ماجوج کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے تعمیر کیا تھا اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن کاکیشیا کے اندرونی حصون میں ایک مقام ہے جو درہ داریال کے نام سے مشہور ہے اس میں پائی جانے والی صفات اور نشانیاں قرآنی نشانیوں کے زیادہ قریب ہیں۔

6۔ یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو ختم کرنے کے لیے چاٹتے ہیں تو جب وقت آئے گا تو یاجوج ماجوج اس دیوار کو کھالین گے اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

---

## حواشی

[i] القرآن:18

[ii] ابو الکلام آزاد، مولانا، ترجمان القرآن، لاہور: مبارک علی تاجر کتب خانہ، 2/399

[iii] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلیشرز، 3/46

[iv] ابن کثیر عماد الدین، امام، تفسیر ابن کثیر، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 3/372

[v] قرطبی، محمد بن احمد، امام، الجامع الاحکام القرآن، قاہرہ: ناشر دار الکتب العربیہ، 10/419

[vi] ابو الکلام آزاد، مولانا، ترجمان القرآن، 2/400

[vii] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، 3/47

[viii] ابو الاعلی مودودی، سید، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن: 3/7

[ix] القرآن: 83:18

[x] ابو الاعلی مودودی، سید، تفہیم القرآن، 3/42

[xi] ابو الاعلی مودودی، سید، تفہیم القرآن، 3/43

[xii] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، 3/47

[xiii] ابو الاعلی مودودی، سید، تفہیم القرآن، 3/43

[xiv] ابو الکلام آزاد، مولانا، ترجمان القرآن، 2/402

[xv] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، 3/48

[xvi] القرآن: 86:18

[xvii] ابو الکلام آزاد، مولانا، ترجمان القرآن، 2/406

[xviii] القرآن: 90:18

[xix] ابو الکلام آزاد، مولانا، ترجمان القرآن، 2/406

[xx] غلام رسول سعیدی، مولانا، تبیان القرآن، لاہور: فرید بک سنز، 7/205

[xxi] القرآن: 90:18

[xxii] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، 3/48

[xxiii] القرآن: 93:18

[xxiv] القرآن: 93:18

[xxv] القرآن: 86:18

[xxvi] القرآن: 73:2

[xxvii] القرآن: 44:10

[xxviii] القرآن: 69:21

[xxix] القرآن: 7:28

[xxx] ابو الکلام آزاد، مولانا، ترجمان القرآن، 2/420

[xxxi] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، 3/51

[xxxii] ابو الاعلی مودودی، سید، تفہیم القرآن، 3/46

[xxxiii] ابو الکلام آزاد، مولانا، ترجمان القرآن، 2/427

[xxxiv] ابو الاعلی مودودی، سید، تفہیم القرآن، 3/371

[xxxv] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، 3/51

[xxxvi] ابن کثیر عماد الدین، امام، تفسیر ابن کثیر، 3/373

[xxxvii] محمد کرم شاہ الازہری، پیر، ضیاء القرآن، 3/53